

پروفیسر قاضی حلیم فضلی *

حضور ﷺ کے دعویٰ رسالت کی صداقت پر واقعاتی شواہد

آیت مع ترجمہ: ثبت ید ابی لہب و تب ما اغنیٰ عنہ مالہ و ما کسب سیصلی نار
ذات لہب و امرتہ حمالة الحطب فی جیدھا حبل من ممد۔

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے۔ وہ خود بھی ہلاک ہوا۔ کادو مال جو کمایا تھا اس کے کام نہ آیا وہ بہت جلد
شعلے مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اسکی چغل خور عورت بیوی بھی ہلاک ہوگی جسکے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے۔

تعارف اور تفسیر

قرآن کریم کی مندرجہ بالا سورۃ کا نام ”سورہ لہب“ ہے۔ یہ قرآن کی آخری سورتوں میں موجود ہے۔ یہ سورۃ
مکہ میں اس وقت نازل ہوئی جب حضور ﷺ کی بعثت کا ابتدائی دور تھا مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سورت اسی وقت اتری
جب قریش مکہ نے حضورؐ اور آپ کے خاندان کا مقاطعہ کر کے انہیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا اور انہیں ہر قسم
کے سماجی، معاشرتی اور معاشی روابط سے محروم کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ آپ اور خاندان کے افراد درختوں کی جڑیں کھانے پر مجبور
ہو گئے تھے۔

ابولہب کا نام لے کر اللہ نے کیوں غصے کا اظہار فرمایا:

پورے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسلام دشمنوں اور حضور ﷺ کے مخالفین کا نام لے کر غصے اور برائی کا اظہار
نہیں فرمایا۔ صرف یہی ایک مقام ہے جس میں ابولہب کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے غصے اور انتقام کا اظہار فرمایا ہے۔
اس امتیازی اظہار ناراضگی اور انتقام کی پیشین گوئی کی وجہ یہ ہے۔

ابولہب کا رویہ:

عرب معاشرے میں انہی ہزاروں خراہیوں کے باوجود یہ اچھی روایت اس وقت موجود تھی کہ وہ صلہ رحمی اور
خاندانی رشتوں کا پاس رکھتے تھے۔ قطع رحمی اور رشتوں سے دشمنی گناہ خیال کی جاتی تھی۔ اور ایسا سلوک عربی اخلاق اور
غیرت سے ٹری ہوئی بات سمجھی جاتی تھی۔ انکے ہاں اس روایت کا نتیجہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے جب دعویٰ نبوت فرمایا تو

قریش کے دوسرے خاندانوں نے دل کھول کر دشمنی کا حق ادا کیا مگر بنو ہاشم اور بنو مطلب دو بھائیوں کی اولاد نے نہ صرف یہ کہ آپؐ کی مخالفت نہیں کی بلکہ کھلم کھلا حمایت کرتی رہی حالانکہ ان میں اکثریت حضورؐ پر ایمان لا کر مسلمان نہیں ہوئی تھی عربوں کی اس اخلاقی اصولی غیرت اور روایت کو صرف ایک شخص ابولہب نے اسلام دشمنی میں توڑ دیا اور دشمنوں سے بڑھ کر دشمنی پر اتر آیا۔ حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا حقیقی چچا تھا، حضور ﷺ کے والد اور ابولہب کے والد ایک باپ کے بیٹے تھے۔ عرب معاشرے میں چچا سے توقع ہوتی ہے کہ بھتیجے اور بالخصوص یتیم بھتیجے کو اپنی اولاد سے زیادہ پیار کرتے۔ مگر اس چچا نے بلا کسی وجہ و عناد کے اسلام دشمنی اور کفر کی محبت میں تمام خاندانی اخلاقی روایات کو پامال کر دیا۔ جب حضورؐ نے تمام عزیز رشتہ داروں کو کوہ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے اس انداز کیساتھ پکارا جیسے کوئی دشمن قبیلے کے حملے کے وقت پکارتا ہے۔ یا صبا حاہ! ہائے صبح کی آفت! یہ پکار سن کر تمام افراد دوڑ پڑے جب سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے قریش کے تمام خاندانوں کے افراد کے نام لے لے کر انہیں متوجہ کیا۔ کوہ صفا کے پیچھے دشمن کی موجودگی کا اقرار لے کر فرمایا ”میں آپؐ کو خبردار کرتا ہوں کہ آپؐ پر خدا کا سخت عذاب آرہا ہے۔ میری دعوت پر بلیک کہو اور اپنے آپ کو آنے والے عذاب سے بچالو“ اس وقت کسی اور کے بولنے سے پہلے ابولہب بول اٹھا ”جبالک الحمد اجعلنا تمہیں ہلاکت ہو کیا تم نے اس لئے ہم کو جمع کیا ہے“

ابولہب کا غیر اخلاقی رویہ:

مکہ میں ابولہب آپؐ کا قریبی ہمسایہ تھا۔ دونوں گھروں کے درمیان صرف ایک دیوار تھی۔ عقبہ بن ابی معیط اور عدی بن ّی آپؐ کے پڑوسی تھے۔ یہ لوگ حضورؐ کو چین نہ لینے دیتے تھے۔ آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے تو بکری کی اوجھ آپؐ پر پھینکتے، محسن میں کھانا پک رہا ہوتا تو یہ لوگ ہنڈیا میں غلاظت پھینک دیتے۔ حضور ﷺ کہیں بازار یا اجتماعی جگہوں میں دعوت اسلام دیتے تو ابولہب شور مچا کر آپؐ کو برا بھلا کہتا۔ نبوت سے پہلے حضور ﷺ کی بچیاں ابولہب کے بیٹوں عقبہ اور عتیہ سے منسوب تھیں تو ابولہب نے بیٹوں سے انہیں چھوڑنے کا کہا۔ اس موقع پر عتیہ نے نہ صرف آپؐ کی بچی کو چھوڑا بلکہ انتہائی نفرت سے آپؐ کے چہرہ مبارک پر تھوک بھی دیا۔ حضورؐ کے دل کو رنج پہنچا تو آپؐ نے آسمان کی طرف سراٹھا کر فرمایا۔ اس پر خدا یا اپنا شیر مسلط کر دے۔ اللہ نے دل سے نکلی ہوئی اس فریاد کو سنا اور شام کے تہجارتی سفر میں ابولہب نے قافلے والوں کو حفاظت کی تاکید کی تھی۔ انہوں نے شب ب سری کے دوران ارد گرد اونٹوں کے اندر عتیہ کو سلایا مگر شیر آیا اور صرف اسی کو چیر پھاڑ کر چھوڑ دیا۔

حضور ﷺ کے صاحبزادے قاسم کی وفات کے بعد جب آپؐ کے دوسرے بیٹے عبد اللہ بھی وفات پا گئے تو ابو لہب فریاد میں دوڑتا ہوا دشمنان اسلام کو یہ خوشخبری سنائی کہ محمدؐ بے نام و نشان ہو گئے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تسلی دی کہ آپؐ نہیں آپؐ کے دشمن بے نام و نشان ہیں۔ ان کے نشانک ہو الائنہ۔ جس کی تفصیل آگے آئیگی۔ حضور

ﷺ جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے جاتے ابولہب آپ کے پیچھے لگا رہتا۔ لوگوں کو آپ کی باتیں سننے نہ دیتا اور کہتا یہ جھوٹا ہے۔ شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے دوران لوگوں کو کتختی کے ساتھ اپنے خاندان کی امداد سے روکتا۔ تاجروں سے کہتا کہ ان محصورین کو مہنگی قیمت پر سامان فروخت کرو۔ اتنی مہنگی کہ یہ نہ خرید سکیں۔ تمہاری تجارت کا خسارہ میں پورا کروں گا۔ ابولہب کے اسی کردار کی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اور اس کی بیوی کا نام لے کر برائی بیان فرمائی اور اس کے لئے علاج کا اظہار فرما کر اس کے بڑے انجام کی پیش گوئی فرمائی۔ اور یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہو کر جہاں قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کا ثبوت میسر آیا۔ وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ سچے نبی تھے۔ اور انہیں براہ راست اللہ کے ہاں سے جو کچھ کہا جاتا تھا وہ پورا ہوتا تھا۔

ابولہب کی بیوی ام جہیل ابوسفیان کی بہن تھی وہ ابولہب سے بھی زیادہ دشمنی میں تیز تھی وہ گھر میں جھاڑو دے کر کوڑا حضور کے صحن میں پھینک دیتی اور حضور کے راستہ میں کانٹے بچھاتی تھی جس سے آپ کے پاؤں مبارک الجھ جاتے اور کانٹوں سے زخمی ہوتے۔ چنانچہ اسے بھی اسی سورۃ لہب میں غصے کا نشانہ بنا کر فرمایا گیا کہ وہ چغل خور گلے میں رسی کے ذریعے پھانسی پائے گی۔ جو کھجور کی چھال سے بنی ہوگی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام:

ورۃ ابولہب میں پیش گوئی فرمائی گئی کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے، جس نے حضور ﷺ کو تباہ لک لہذا جمعیتنا ”تم پر ہلاکت ہو تم نے اسی لئے جمع کیا ہے۔“ وہ واقعی ہلاک ہوا۔ جنگ بدر میں جب قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے جو ابولہب کے پائے کے لوگ تھے تو ابولہب جنگ بدر میں قریش کی عبرتناک شکست کا سن کر طاعون کا شکار ہوا اور ہفتہ بعد ہلاک ہو گیا۔ عرب لوگ طاعون کے مریض اور مرض سے ڈرتے تھے۔ اس لئے کوئی بھی ابولہب کے قریب نہ گیا۔ نہ بیوی نہ بچے بچیاں۔ میت سے بدبو اٹھنے لگی اور لوگوں کے طعنوں اور طنزوں سے بیڑوں نے حبشیوں کے ذریعے میت کو پاؤں میں رسی ڈال کر گھسیٹا اور کہیں بے گور و کفن پھینک دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جس کمرے میں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی اس کی چھت گرا کر ملے تلے میت دبا دی گئی نہ کفن ہوا نہ دفن ہوا۔ اللہ نے فرمایا کہ ہلاک ہوئے ابولہب کے دونوں ہاتھ۔ اس کی اولاد اور کمائی اس کے کام نہ آئی۔ وہ ابولہب جو حضور ﷺ کے بیٹے کی وفات پر بے نام و نشان ہونے کی خوشخبری سنا تا پھرتا تھا۔ مرتے وقت بے نام و نشان مرا۔ نہ سرداری کام آئی نہ دولت اور نہ اولاد دے ساتھ دیا۔۔۔ ہر قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کی صداقت اور حضور ﷺ کے دعویٰ رسالت کی واقعاتی سچائی۔ سورہ لہب میں ابولہب کی بیوی کے گلے میں رسی کا اس کی پھانسی کی صورت میں ہلاکت بھی اسی صداقت اور سچائی کی واقعاتی شہادت ہے۔ کہ وہ لکڑیوں کا گٹھاسر پر رکھے آ رہی تھی کہیں سستانے کو رکھی گٹھا اونچائی پر رکھ دیا جب جانے کا ارادہ کیا تو لکڑیوں کا گٹھاسر سے پھسل کر پشت پر آ لگا۔ گٹھے کی رسی گلے میں پھنس گئی پشت پر بھاری گٹھے کے وزن سے رسی کھینچ کر پھانسی کا پھندا

بن گئی۔ فی۔ جیدھا حبیل من۔ مسد کی جیتی جاگتی تصویر بن گئی اور واقعی شہادت قائم ہو گئی۔
استہزائے کمیٹی کے ارکان کا انجام:

حضور ﷺ کی بحث کے ابتدائی ایام و ماہ میں دوسری اذیتوں اور رکاوٹوں کے ساتھ آپ کے ساتھ توہین آمیز سلوک کے لئے کمیٹی بنائی گئی۔ اور یہ تلنگے اور کینے قسم کے افراد پر مشتمل تھی جو حضور ﷺ کے ساتھ مذاق کرتی، نقلیں اتارتی، ہنک آمیز آوازے کستی تاکہ انہیں جو صادق و امین ہونے کی وجہ سے جو سماجی احترام حاصل تھا وہ نہ رہے اور آپ بدول ہو کر دعوت دین کا کام ترک کر دیں۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی چند ایسے کینے لوگوں کی کینگی پر گڑھتا ہے۔ حضور ﷺ کی بھی دل آزاری ہوتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی و دلا سے کے طور پر فرمایا:

فاصلد ع بما تو مہرنا کفینک المستہزئین۔ آپ اپنی رسالت کا فریضہ انجام دیتے رہیں جس کیلئے آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے۔ رہا استہزا اور ٹھٹھے بازوں کا معاملہ تو اس کے لئے ہم کافی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور راستہ بازوں اور ٹھٹھے بازوں کا انجام اسی وقت دیکھا گیا جو انتہائی عبرتناک ہوا۔
استہزائے کمیٹی کے ارکان:

اسود بن عبدالمطلب، عاص بن وائل، حارث بن قیس، اسود بن یغوث سربراہ تھے۔ اور ساتھ دوسرے بھی کینے اور زیل و تلنگے قسم ہوں گے۔ اسود بن عبدالمطلب حضور ﷺ کی نقلیں اتارتا تھا۔ مزاحیہ روپ دھارتا، حضور ﷺ کی نفوذ باللہ تحقیر اور لوگوں کی ہنسی کا ذریعہ بناتا تھا۔ ہوا یہ کہ ایک دفعہ کسی درخت کے نیچے سے سوکر اٹھا تو آنکھوں میں کانٹے چبھنے لگے، تکلیف کی شدت سے روتا اور تڑپتا رہا اور اسی تڑپ تڑپ میں ہلاک ہو گیا ہے۔
عاص بن وائل: حضور ﷺ پر فقرے کستا، مذاق اڑاتا رہتا، ایک دن گدھے پر جا رہا تھا کہ ٹھوکر لگی تو گدھے کی گردن د سر سے لڑھک کر کنویں میں جا گرا وہاں زہریلا بچھو تھا جس نے ڈس لیا۔ اس کے زہر سے سارا بدن سوچ گیا اور اسی تکلیف میں جہنم رسید ہوا۔

حارث بن قیس کے ساتھ بھی اس کے استہزا اور حضور ﷺ کے ساتھ مسخرے پن کی سزائیلی کہ پیٹ میں زرد پانی بھر گیا جو اس کے منہ کے راستے بہتا لوگوں کی نفرت کا شکار ہو کر تڑپ تڑپ کر ہلاک ہوا۔
اسود بن یغوث: حضور ﷺ کی نقلیں اتارتا، منہ چڑاتا منہ بگاڑ کر آپ کا تمسخر اڑاتا۔ خدا کی غیرت جوش میں آئی تو زہریلی ہوا سے چہرہ ایسا بگڑا کہ شناخت کے قابل نہ رہا شکل بدل کر یہ ہو گئی کہ گھروالے بھی نہ پہچان سکے چنانچہ خود اپنے گھروالوں نے گھر میں گھسنے نہ دیا اور اپنے گھر کی دہلیز پر ہلاک ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضور ﷺ کے ساتھ پورا ہو گیا۔ فاصلد ع بما تو مہرنا کفینک المستہزئین۔ آپ اپنا فریضہ نبوت ادا کیجئے جس کا کہہ سکتے ہیں کہ نبی لیں گے۔ مستہزئین کا

عبرتاً کہ انجام قرآن کی سچائی اور آپؐ کی رسالت پر ناقابل تردید دلیل ہے کہ آپؐ سچے تھے کہ قرآن کریم کا کہا پورا ہو کر رہا؟

رفع ذکر کی خوشخبری:

حضور ﷺ کے صاحبزادے قاسم کی وفات کے بعد جب عبداللہ فوت ہوئے تو ابولہب خوشی سے بغلیں بجاتا ہوا دشمنان اسلام کے پاس پہنچا اور حضور کے امیر بے نام و نشان رہ جانے کی خوشخبری سنائی تو ابولہب کا انجام یہ ہوا کہ بے گورو کفن مرا اور اسکے دست و باز اس کے کام نہ آئے اس کی بیٹی درہ ہجرت کر کے مدینہ آئی اور مسلمان ہوئی۔ دو بیٹے عتبہ اور معتبہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عباسؓ کے ذریعہ مسلمان ہوئے اور حضور ﷺ کے دست و باز بنے۔ اور ما اغنیٰ عنہ ما لہ و ما کسب کی بخشن گوئی درست ثابت ہوئی۔ جب ابولہب نے آپ ﷺ کو ابتر کہا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الم نشرح کے ذریعہ آپ کی تسلی فرمائی۔ الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک و زرک الذی انقض ظہرک و رفعنا لک ذکرک الخ کہ آپ کا ذکر بلند ہو کر رہے گا۔

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ اس نے کس طرح آپ کا ذکر بلند فرمایا، میں نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے نام کے ساتھ آپ کا نام بلند ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ذکر مشرکین مکہ کی منفی کوششوں سے بھی پھیلا کر وہ آپ ﷺ کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے۔ جا دو گر کہتے، جس کے نتیجے میں سننے والوں کا تجسس بڑھتا جب وہ لوگ آپ سے ملتے آپ کے اخلاق و شریفانہ سلوک و کریمانہ و مشفقانہ کردار سے متاثر ہوتے تو اپنے قبائل میں جا کر حضور ﷺ کے ذکر کی وسعت کا سبب بن جاتے۔

رفع ذکر کا مثبت انداز:

جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے اسلامی معاشرہ اور سوسائٹی بن گئی تو دور دور تک وفود تشریف لاتے اور متاثر ہو کر چلے جاتے جہاں پورے جزیرۃ العرب میں آپ محترم و محبوب ہستی کی حیثیت سے شہرت پانگے۔ اور آپ کا ذکر پھیلا چلا گیا، ہر گھر میں آپ کا چرچا تھا اور ہر زبان پر آپ کا ذکر تھا۔ قرآن کریم نے آپ کے ذکر کی بلندی کی پیشگوئی اس وقت کی تھی جب کلمہ تو حید کا پڑھنا، مسلمان ہونے کا اعلان کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور انگارے ہاتھ میں لینے کے برابر تھا۔ مگر پھر آپ پر درود و سلام دنیا کے ہر گوشے میں پڑھا جاتا ہے۔

جہاں تک اللہ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کے نام کی بلندی کا تعلق ہے تو وہ ”اذان“ ہے۔ امریکہ کا رہنے والا ایک مغربی لکرم Reply کو علمی عجائبات و نوادرات کی دریافت کا جنون تھا لندن اور امریکہ کے اخبارات و رسائل میں اس کے علمی نوادرات شائع ہوتے رہے۔ اس کا نام اس کی تعلیمات و عقائد کے ذریعے اس کی تحقیق سچی ہوتی تھی۔ ایک

مرتبہ اس پر یہ جنون سوار ہوا کہ دنیا میں ایسی آواز کا کھوج لگایا جائے جو ساری دنیا میں بلند بھی ہو اور سنی بھی جائے اور وہ آواز ایک ہی ہو صوتی لحاظ سے بھی اور لفظی اعتبار سے بھی۔ چنانچہ اس نے ریلوے کی وسیل کے متعلق بھی سوچا۔ پھر خیال آیا کہ مذہبی مناجات پر غور کیا جائے مگر یہ بھی لفظی و صوتی اعتبار سے بلند نہ تھی اور یکساں بھی نہ تھی۔ چنانچہ وہ پھرتا پھراتا ہندوستان کے شہر کلکتہ آ گیا۔ یہ ۱۹۳۵ء کا سال تھا اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہے تھے۔ انہی دنوں روزنامہ ہند کے ایڈیٹر مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی کو بھی اسلام کی صداقت کے عقلی دلائل جمع کرنے کا شوق تھا۔

Reply ریتلے کی آمد اور اس کے تحقیقی مشن کی خبر اخبارات میں چھپی۔ ریتلے اپنی تحقیق کے لئے ہندو مذہب کی طرف متوجہ تھا اور سب سے زیادہ سنی جانی والی کی تلاش ہندو مذہبی عالم سے ملنا چاہتا تھا۔ مگر سنسکرت کے ایک عالم کا پول ریتلے کے ایک سوال پر کھل گیا۔ ریتلے نے اس سے پوچھا۔ ہندوستان میں مندروں کی تعداد کتنی ہے؟ عبادت کے اوقات کیا ہیں؟ اور طریقے کیا ہیں؟ تو پنڈت لا جواب ہو گیا۔ پنڈت سے مایوس ہو کر ریتلے مولانا احمد الدین ہرولی اور مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کہ

”میں ایسی آواز کی تلاش میں ہوں جو دنیا میں سب سے زیادہ سنی جاتی ہو۔ انسانوں کی آوازیں جانوروں کی آوازیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اب اسی پہلو پر تحقیق کر رہا ہوں کہ دنیا کے مختلف ممالک اور مذاہب میں کوئی مناجات کوئی حمد و نعت مل جائے جو بین الاقوامی لحاظ سے عام ہو۔ چنانچہ دنیا کے چار بڑے مذاہب، عیسائیت، بدھ مت، ہندو دھرم اور اسلام کا جائزہ لے رہا ہوں۔ عیسائی مذہب کی مناجات ایک دوسرے سے مختلف ہیں، بدھ مت میں یکسانیت ہے مگر ان کی اونچی آوازیں پہلے نمبر پر نہیں۔ اسلام کے متعلق فی الحال کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا۔ اسلامی ممالک اور مسلمانوں میں عبادت عربی میں ہوتی ہے مگر عبادتیں مختلف ہیں جنہیں ایک آواز نہیں کہا جاسکتا۔“

ریتلے کی یہ تفصیل سن کر پروفیسر احمد الدین اور مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی نے فیصلہ کر لیا کہ ہم اسلام کی عالمگیریت منوا کر چھوڑیں گے۔

مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی، مصر، فلسطین، شام عرب اور قسطنطنیہ میں رہ چکے تھے۔ انہوں نے اخباری رسائل کے ذریعہ پتہ چلایا کہ ان ممالک میں مساجد کی تعداد بڑھ لا کھ ہے اور ہندوستان میں اس وقت یہ تعداد ایک لاکھ تھی۔ ان دنوں حسین شہید سہروردی کے چچا حسان سہروردی کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ عبادات اسلامی کی بجائے اذان پر توجہ دیں کیونکہ اذان بلند بھی ہے یکساں بھی ہے اور ہر جگہ سنی بھی جاتی ہے۔ چنانچہ ان کے مشورہ پر مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی اور پروفیسر احمد الدین نے ہر ماسٹر وائس کمپنی سے معاہدہ کیا جو گانے ریکارڈ کرتی تھی۔ یہ معاہدہ اگرچہ اس وقت بہت مہنگا تھا، مگر دونوں کے اندر اندر میں مساجد کی آذانیں ریکارڈ ہو گئیں جو ایک دوسرے سے سینکڑوں میل دور تھیں۔ جس مسئلہ پر انہوں نے اذانیں ریکارڈ کرائی تھیں، گیت و خوشی سے اچھل پڑا اور اس پر یہ حقیقت

ثابت ہوگئی کہ اذان کی آواز دنیا میں سب سے زیادہ سنی بھی جاتی ہے اور اونچی بھی اور ادر اللہ تعالیٰ کا فرمان اور پیش گوئی بھی سچی ثابت ہوئی کہ رفعنا لک نہ کر کہ ”اے نبی میں آپ کی آواز کو اپنے نام کے ساتھ بلند کروں گا“

ریتلے اسی وقت امریکہ روانہ ہوا اور اپنی شہرہ آفاق کتاب کی دوسری جلد ’مانویا نامانو‘ مرتب کر کے شائع کر دی جس میں اس نے تمام مساجد کے اعداد و شمار اذانوں کے اوقات اور ان کی لفظی صوتی یکسانی اور بلندی ثابت کر دی ’ولڈ کر اللہ اکبر‘ اللہ کا ذکر بہت اور بلند ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ ایک ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ اور یہ واقعاتی حقیقت و شہادت اللہ کے کلام کی صداقت اور حضور ﷺ کی رسالت کی سچائی پر ایسی گواہی ہے جیسے دنیا کا کوئی شخص بھی خواہ اسلام کا کٹر دشمن ہی کیوں نہ ہو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آج سائنسی ایجادات لاؤڈ اسپیکروں میں کہی جانے والی یہ آواز اپنی وسعتوں اور بلندیوں میں اور بھی بلند ہو کر وسیع سے وسیع تر ہو گئی ہے جسے کائنات کا ذرہ ذرہ سنتا ہے اور مطالع کے اختلاف سے ثابت کیا گیا ہے کہ اذان کی یہ آواز ساری دنیا میں چوبیس گھنٹے نہ جوتی رہتی ہے دنیا میں حضور ﷺ کے ذکر کی بلندی اور ان کے نام کے باقی رہنے کو ایک اور پہلو سے دیکھئے کہ آپ کے بیٹوں قاسم اور عبداللہ کی وفات پر مشرکین مکہ نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا تھا اور ابولہب نے ان کے ابتر ہونے کا چرچا کیا تھا۔ اس کی انہی بے نام و نشانی کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ ما اغنیٰ عنہ مالہ و ما کسب کہ اس کی سماجی و مالی حیثیت اس کے کام نہ آئی اور نہ اولاد نے ساتھ دیا کہ اس کی اولاد حضور ﷺ کے دست و بازو بنی اور وہ بے گور و کفن جہنم رسید ہوا۔ اولاد سے محرومی کے طعنوں اور طنزوں سے آپ کی دل آزاری ہوتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر کا نزول فرما کر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دل جوئی فرمائی کہ ان شانئک هو الابتر تمہارے دشمن بے نام و نشان ہوں گے۔ تو آپ نے اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دس ہزار کا اسلامی لشکر ہجرت کے آٹھ سال بعد مکہ پہنچا اور مکہ فتح ہوا تو سرداران مکہ اور مشرکین مکہ کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا اور آپ کے دشمنوں کا غرور خاک میں مل کر وہ بے نام و نشان ہو کر رہ گئے۔ ان کی نسلیں مٹ گئیں آج ابولہب اور ابو جہلی کے نام سے کوئی مرد دنیا پر موجود نہیں۔

اس کے برعکس حضور ﷺ کی اولاد اہل بیت دنیا بھر میں موجود ہے ان پر درود بھیجا جاتا ہے کہ روڑوں مسلمان آپ کی نسبت پر فخر کرتے ہیں۔ کتنے ہی لوگ آپ کے ساتھیوں کی نسبی و نسبی تعلق پر نازاں ہیں۔ سیدوں کی تعداد کے علاوہ آپ کے صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کی نسبتوں سے صدیقی ہیں فاروقی ہیں عثمانی ہیں علوی ہیں زبیری ہیں عباسی ہیں ہاشمی انصاری ہیں مگر پورے کرہ ارض پر ابولہب اور ابو جہلی نہیں ملے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ”ابتر“ آپ کے دشمن ہوئے اور ان شانئک هو الابتر کی حقیقت آپ کی صداقت رسالت اور کلام الہی کی سچائی پر گواہ ہے۔

یہ بھی حضور ﷺ کے پیروکاروں کا اشاریہ تک کو خداوند تعالیٰ نے زندہ جاوید کر دیا ’ابو حنیفہ‘ ’امام ضہیل‘ ’امام شافعی‘ ’امام مالک‘ ’امام بخاری‘ ’خواریزمی‘ جن کے نام میں ہر مفسر اور مفسر نے لکھا ہے کہ ایک شخص صدیوں

سے پڑا ہے مگر اب تک امام الہند سلطان الہند کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بابا فرید گنج شکر، زکریا ملتانی، نظام الدین اولیا، شیخ عبدالقادر جیلانی، مولانا قاسم نانوتوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، دولت اور مرتبے سے زندہ نہیں بلکہ خدا کے ذکر کی وجہ سے زندہ جاوید ہیں اور رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فان کرونی۔ ان کر کم تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا وہ فرش کی بستیوں سے عرش کی بلند یوں تک پہنچ گئے۔

بندگانِ خدا خدا نہ باشند و لے از یاد خدا جدا نہ باشند

آج ہم نے خدا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا دامن چھوڑ کر۔ امریکہ کو اپنا مشکل کشا اور نجات دہندہ سمجھ لیا ہے تو خداوند تعالیٰ نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور ہم پر کفر مسلط کر دیا ہے اور مسلمان دنیاۓ عالم میں عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں لٹ رہے ہیں۔ مندرجہ بالا تمام تفصیلی واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا دعویٰ رسالت اور ان پر اتاری ہوئی کتاب قرآن کریم اور اس زبردست طاقت و حکمت والے خدا کا فرستادہ رسول اور سچے خدا کا کلام سچا تھا۔ علمہ شدید القوی، ذو مہرہ فاستوی، وهو بالافق الاعلیٰ سے براہ راست فیض یافتہ تھے۔ ہوا علینا الابلاغ (سیرت رسول ﷺ کا خطبہ جمعہ)

بقیہ : صفحہ ۱۱ سے : بہر کیف دشمنوں کے ذریعے عراق پر قبضہ ہر چند کہ انتہائی تکلیف دہ اور غم انگیز ہے اور یہ غم و الم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دشمن کا ناپاک سایہ وہاں سے زائل نہیں ہو جاتا، لیکن اس جنگ میں اسلام کو ہار جانے والا کہنا یا امت مسلمہ کو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے تہمت دینا بالکل غلط ہے امت مسلمہ اس طرح کے معرکوں میں نہ فریق تھی نہ شکست سے دوچار ہوئی۔

امت مسلمہ کا سورج بالکل غروب ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتا اسکی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ زخم کھاکے پھر مسکرائی ہے، کچل جانے کے بعد پھر اٹھ کھڑی ہوئی ہے اسکا جھنڈا اگر کبھی ذرا سا جھٹکتا ہوا نظر آیا تو پھر بلندی پر لہرانے لگا، وہ اگر پیچھے ہٹی ہے تو سر یا تازہ دم ہو کر آگے بڑھی ہے وہ خدا کے آخری پیغام کی نمائندہ ہے اسلئے اسی کی طرح جاوداں ہے۔

لہذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اسلام کی بیٹری ختم ہو چکی یا اس کے دن لد گئے۔ یہ امت ہر صدے کے بعد زیادہ طاقت ور ہوتی ہے ہر آرزائش کے بعد مزید پر اعتماد نظر آتی ہے ماضی سے سبق لینا اس کا شیوہ رہا ہے حالات و واقعات کا تشیب و فراز اس کے دست و بازو کو کم زور تو کر سکتا ہے لیکن بالکل بے اثر نہیں سکتا، اسلام محض معجزات و کرامات کے ذریعے فتح تو نہیں پاتا، لیکن ان انسانوں کے ذریعے فتح پاتا رہا ہے اور فتح پاتا رہے گا جن کے کارنامے زندہ معجزہ ہوا کرتے ہیں جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے سانچے میں ڈھلے ہوتے ہیں اور جن کا تسلسل کم و بیش رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ انشاء اللہ